Open Access

Al-Irfan(*Research Journal of Islamic Studies*)

Published by: *Faculty of Islamic Studies & Shariah*
Minhaj University Lahore

ISSN: *2518-9794 (Print), 2788-4066 (Online)*

Volume 10, Issue 19, Jan-June 2025,

Email: alirfan@mul.edu.pk

العرفان

امام ابو حنیفہ کا شورائی منہج اور اس کے اثرات

Imam Abu Hanifa's Consultative Methodology and Its Impacts

Syed Abdullah Sherazi
PhD Scholar Department of Islamic Studies, The University of Lahore
abdullahsherazi80@gmail.com

Dr. Shams-ul-Arifeen
Associate Professor, The University of Lahore

ABSTRACT

This article explores the codification of Hanafi Fiqh (Islamic jurisprudence), focusing on the consultative methodology (Shura'i Manhaj) adopted by Imam Abu Hanifa (Nu'man ibn Thabit, d. 150 AH) and its profound impacts. It begins with a biographical sketch of Imam Abu Hanifa, highlighting his lineage, education under prominent scholars like Hammad ibn Abi Sulayman, and his esteemed status as a Tabi'i. The core of the article delves into the distinctive feature of Hanafi Fiqh: its foundation not on individual opinion but on collective scholarly deliberation. Imam Abu Hanifa established a council (Shura) of approximately forty distinguished scholars, experts in Hadith, Fiqh, and Arabic language, to meticulously discuss, debate, and derive legal rulings. The article details the reasons and wisdom behind adopting this consultative approach, such as ensuring accuracy, minimizing errors, accommodating the expanding Muslim Ummah's diverse needs, and reflecting Quranic injunctions on consultation. It further examines the process of this Shura, where issues were deliberated for extended periods until a consensus or a preponderant view emerged. The discussion then shifts to the characteristics of Hanafi Fiqh resulting from this methodology, including its practicality, comprehensiveness, logical coherence, foresight in addressing hypothetical issues (Taqdiri Fiqh), and consideration for public interest (Maslaha). The article also touches upon the number of members in the Shura, the vast number of issues compiled, the foundational principles (Usul) of Hanafi Fiqh, and its widespread acceptance and influence. The conclusion reiterates that Imam Abu Hanifa's consultative method was a pioneering approach that ensured the robustness and enduring relevance of Hanafi jurisprudence.

Keywords:

Imam Abu Hanifa, Hanafi Fiqh, Codification of Islamic Law, Shura'i Manhaj (Consultative Methodology), Collective Ijtihad (Scholarly Reasoning), Islamic Jurisprudence, Fiqh Council, Usul al-Fiqh (Principles of Jurisprudence), Taqdiri Fiqh (Hypothetical Jurisprudence), Islamic Legal History, thumb_upthumb_down.

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارفی خاکہ

متبادل: "امام اعظم ابو حنیفہؒ، جن کا اصل نام نعمان بن ثابت تھا، ۸۰ ہجری میں عراق کے تاریخی شہر کوفہ میں ایک باوقار فارسی النسل خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پوتے، اسماعیل بن حماد، کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خاندان ہمیشہ آزاد رہا اور ان پر کبھی غلامی نہیں آئی۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ ان کے جدِ امجد، حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ، کو امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خصوصی دعاؤں کا شرف حاصل تھا۔[1] شہر کوفہ، جو صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسی عبقری اور جلیل القدر شخصیت کی علمی برکات کے سبب علم و فضل کا ایک عظیم مرکز بن چکا تھا، امام صاحب کی علمی و فکری نشو ونما کا اولین گہوارہ ثابت ہوا۔ راجح قول کے مطابق انہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سمیت متعدد صحابہ کرامؓ کی زیارت و ملاقات کی سعادت میسر آئی، جس کی بنا پر محدثین کی اصطلاح میں ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔[2] یہ ایک ایسا منفرد اعزاز اور شرف ہے جو دیگر معروف ائمہ میں سے کسی دوسرے امام کو حاصل نہیں ہو سکا۔

ابتدائی دور میں علمِ کلام کی جانب ایک فطری میلان رکھنے کے بعد، امام صاحب نے جلد ہی اپنی تمام تر توجہ اور فکری توانائی فقہ و قانونِ اسلامی کی جانب مرکوز فرمائی۔ معروف فقیہ امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی اٹھارہ سال پر محیط طویل اور مسلسل شاگردی نے آپ کی فقہی بصیرت، دقیقہ فہمی اور استنباطی صلاحیتوں کو نکھارنے اور جلا بخشنے میں کلیدی اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ امام ابو حنیفہؒ اس طویل رفاقت کی سرگزشت یوں بیان فرماتے ہیں:

(قدمت الْبَصْرَة فَظَنَنْت أَنِي لَا أسأَل عَن شَيْء إِلَّا أجبْت عَنهُ فسألوني عَن أَشْيَاء لم يكن عِنْدِي فِيهَا جَوَاب فَجعلت على نَفسِي أَن لَا أُفَارِق حمادا حَتَّى يَمُوت فصحبته ثَمَانِي عشرَة سنة.)[3]

"میں بصرہ آیا تو میرا خیال یہ تھا کہ مجھ سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا، میں اس کا جواب دے دوں گا۔ پس لوگوں نے مجھ سے ایسی چیزوں کے بارے میں سوالات کیے جن کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

---

(1) الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد (1408 هـ)، مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، الهند، لجنة إحياء المعارف النعمانية، 6/ 395

(2)الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد (1419هـ)، تذكرة الحفاظ، بيروت، دار الكتب العلمية،1/ 126

(3)العجلي، أبو الحسن أحمد بن عبد الله (1405هـ)، معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحديث، المدينة المنورة، مكتبة الدار، 1/ 321

تو میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ میں حماد کی رفاقت کو ان کی وفات تک نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ میں اٹھارہ سال ان کی صحبت میں رہا۔"

آپ نے علومِ حدیث کے حصول اور ان کی جمع و تدوین کی خاطر مختلف علمی مراکز کے سفر بھی اختیار فرمائے اور اس دور کے اکابرینِ علم و فضل، مثلاً حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت امام باقرؒ اور حضرت امام ابن شہاب زہری رحمہم اللہ جیسی جلیل القدر شخصیات سے اکتسابِ فیض کیا۔(1)

اوصاف و کمالات

امام ابو حنیفہؒ نہایت خوش پوشاک، فصیح اللسان، گفتگو میں شیرینی و بلاغت رکھنے والے، باوقار شخصیت کے مالک اور انتہائی حلیم الطبع و بردبار انسان تھے۔ آپ مشتبہ اور حرام امور سے شدت کے ساتھ اجتناب فرماتے، دنیاوی جاہ و حشمت اور لذتوں سے بے رغبتی کا عملی نمونہ پیش کرتے اور عباداتِ الٰہیہ میں کثرت سے مشغول رہتے تھے۔ نماز کی کثرت اور قیامِ لیل کی وجہ سے آپ "وتد" (یعنی میخ) کے لقب سے معروف تھے۔ آپ کے بلند پایہ علمی مقام و مرتبہ کا اعتراف اس دور کے لاتعداد اہلِ علم و فضل نے کیا، جن میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم المرتبت ہستیاں شامل ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شہرہ آفاق قول تو ہر خاص و عام کی زبان پر جاری ہے کہ "تمام انسان فقہ کے میدان میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عِیال (یعنی محتاج) ہیں۔" (2) آپ کے تلامذہ اور شاگردانِ رشید کی ایک طویل فہرست موجود ہے، جن میں امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام زفر بن ہذیل اور حسن بن زیاد رحمہم اللہ جیسے اسماء سر فہرست ہیں، جنہوں نے بعد ازاں فقہ حنفی کی تدوین، ترتیب، تشریح اور اس کی عالمگیر نشر و اشاعت میں بنیادی اور ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں۔

جب عباسی خلیفہ منصور نے آپ کو عہدۂ قضاء کی اہم ذمہ داری قبول کرنے کی پیشکش کی، تو آپ نے ورع و تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے قبول کرنے سے انکار فرمادیا، خلیفہ منصور نے اس سلسلہ میں آپ پر بہت اصرار کیا لیکن جب آپ اپنی رائے پر قائم رہے تو اس نے آپ کو قید و بند میں ڈال دیا۔(3) بعض محققین کے نزدیک خلیفہ کا مقصد آپ کو قضاء کے منصب میں مبتلا کر کے اپنے من مانے فیصلے کروانے پر مجبور کرنا اور آپ کی مقبول شخصیت کے اثر کو کم کرنا تھا۔

---

(1)الذهبي، شمس الدين محمد بن أحمد (1440هـ.)، تكملة سير أعلام النبلاء، دمشق، دار الرسالة العالمية، 392/6

(2)القاري، علي بن سلطان محمد، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان،(1332هـ)، الهند، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية،456/2

(3)الذهبي،مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص27

امام صاحب اس مقصد کو بھانپ گئے اور قضا کے منصب کے انکار پر کمالِ استقامت کے ساتھ قائم رہے۔ بالآخر ۱۵۰ ہجری میں بغداد میں دورانِ اسیری ہی، آپ کی وفات ہوئی۔[1] "الفقہ الاکبر" اور "العالم والمتعلم" جیسی کتب آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔[2]

فقہ حنفی کی امتیازی خصوصیت

فقہ حنفی کا ایک نمایاں اور منفرد پہلو، جو اسے دیگر مکاتبِ فکر سے ممتاز کرتا ہے، وہ اس کا کسی فرد واحد کی انفرادی آراء اور اجتہادات پر استوار نہ ہونا اور اجتماعی غور وفکر سے وجود میں آنا ہے۔ آپ نے فقہی مسائل کو مرتب ومدون کرنے کے لیے جو جامع، ہمہ گیر اور منظم طریقہ کار وضع فرمایا تھا، وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت وسیع، دقیق اور ایک مشکل ترین کام تھا۔ اسی اہم ضرورت کے پیشِ نظر، انہوں نے اپنے جید تلامذہ میں سے تقریباً چالیس ایسے ممتاز علماء کا انتخاب فرمایا جو نہ صرف حدیث اور فقہ کے علوم میں گہری مہارت اور بصیرت رکھتے تھے بلکہ استنباطِ مسائل، اجتہاد اور فقہی جزئیات اخذ کرنے کے طریقہ کار میں بھی ماہر و کامل تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ عربی زبان وادب کے بھی بڑے شناور اور رمز شناس تھے۔ ان جلیل القدر علماء کی گرانقدر معاونت سے انہوں نے ایک باقاعدہ مشاورتی مجلس (شوریٰ یا کونسل) قائم کی۔ جب بھی کوئی نیا اور پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا، تو امام صاحب اسے مجلس کے تمام اراکین کے سامنے غور وفکر اور تحقیق کے لیے پیش فرماتے۔ اگر مجلس کے تمام اراکین کی رائے کسی ایک نکتے یا حل پر متفق ہو جاتی، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس متفقہ فیصلے کو فقہی اصولوں اور ضوابط کی روشنی میں مرتب شدہ کتابوں میں باقاعدہ طور پر قلمبند کر لیتے۔ اور اگر آراء میں اختلاف و تنوع پایا جاتا، تو اس مسئلے پر مکمل آزادی کے ساتھ علمی بحث ومباحثے اور دقیق تجزیے کا سلسلہ جاری و ساری رہتا۔ بعض اوقات تو صورتِ حال یہ ہوتی کہ ایک ہی مسئلہ پر کئی کئی مہینوں تک مسلسل بحث وتمحیص اور غور وخوض کا عمل جاری رہتا تھا۔ پھر جب تمام دلائل وبراہین پوری طرح واضح، منقح اور روشن ہو جاتے، تب کہیں جا کر اسے تحریری شکل دی جاتی تھی۔

جب کوئی نیا اور اجتہاد طلب مسئلہ تحقیق و تدقیق کے لیے زیرِ بحث آتا، تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنی قائم کردہ مجلس میں پیش فرماتے اور تمام شریک علماء سے اس پر اپنی اپنی علمی آراء، دلائل اور تجزیات پیش کرنے کی درخواست کرتے۔ اگر تمام علماء کی آراء اور اجتہادات کسی ایک متفقہ نتیجے پر پہنچ جاتے، تو اسے باقاعدہ طور پر فقہی اصولوں کی روشنی میں مرتب کردہ کتابوں میں درج کر لیا جاتا۔ لیکن اگر آراء میں تنوع اور اختلاف پایا جاتا، تو اس مسئلے پر

---

(1)الذهبي، شمس الدين محمد بن أحمد (1405ھ) سير أعلام النبلاء، بيروت، مؤسسة الرسالة، 401/06

(2)ابن النديم (1417ھ)، الفهرست، بيروت، دار المعرفة،ص251

مزید گہرائی میں جاکر تحقیق و تفتیش اور بحث و تمحیص کی جاتی۔ یہ علمی مباحثے اور مناقشے بعض اوقات کئی کئی دنوں تک جاری رہتے تاکہ مسئلے کے ہر ممکنہ پہلو، ہر زاویے اور ہر جہت سے اس کا مکمل جائزہ لیا جاسکے۔ اس طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسا مؤثر اور بے مثال نظام قائم کیا جس میں انفرادی رائے کے بجائے اجتماعی اور متفقہ رائے کو زیادہ اہمیت اور فوقیت دی جاتی تھی۔ اس محتاط اور جامع طریقۂ کار نے اس بات کو یقینی اور حتمی بنادیا تھا کہ فقہی فیصلے اور قانونی آراء کسی ایک فرد کی ذاتی بصیرت، فہم یا رجحان پر انحصار کرنے کے بجائے متعدد جید اور مستند علماء کے مشترکہ غور و خوض، دقیق تحقیق اور اجتماعی دانش کا نتیجہ و ثمرہ ہوں۔

امام صاحب کا یہ دستور تھا کہ درپیش مسئلہ کو وہ اسے اپنے رفقاء اور مجلسِ شوریٰ کے اراکین کے سامنے پیش فرماتے، ان کی پیش کردہ آراء اور استدلال کو پوری توجہ سے سماعت فرماتے اور ان کا گہرائی سے تجزیہ کرتے۔ اس کے بعد، وہ اپنے ذاتی خیالات اور تحقیقی نکات پیش کرتے۔ یہ علمی مذاکرہ اور تبادلۂ خیال بعض اوقات ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ عرصے تک جاری رہتا، تاوقتیکہ کوئی ایک قول یا رائے حتمی طور پر متعین ہو کر قابلِ قبول نہ ہو جاتی۔[1]

ان طویل اور علمی گہرائی پر مبنی باہمی مباحثوں اور مناقشوں میں امام صاحب کے بے پناہ تحمل، فطری ٹھہراؤ، وسعتِ قلبی اور اپنے احباب و رفقاء کی علمی آراء کی قدردانی اور احترام کا جذبہ نہایت مثالی اور قابلِ تقلید تھا۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ امام صاحب کے فرزند ارجمند جناب حماد نے بیان کیا ہے جو ان مباحثوں کی واضح منظر کشی کرتا ہے، یہ ہے کہ ایک روز امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے، ان کے دائیں جانب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے اور بائیں جانب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ دونوں فقہاء کسی مسئلے پر علمی بحث کر رہے تھے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کوئی دلیل پیش کرتے تو امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تردید میں دلائل لاتے، اور جب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کوئی دلیل سامنے رکھتے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس کا علمی رد پیش فرماتے۔ یہ طویل اور دقیق علمی بحث کافی دیر تک جاری رہی اور امام صاحب دلچسپی اور توجہ سے اسے سماعت فرماتے رہے۔ آخر میں امام ابو حنیفہ نے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی تحسین فرماتے ہوئے ان کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

لا تطمع في رياسة ببلدة فيها أبو يوسف.[2]

"ایسے شہر کی سرداری اور قیادت کی خواہش ہرگز نہ کرو جس میں ابو یوسف جیسا فقیہ اور عالم موجود ہو۔"

پھر آپ نے اس مسئلے میں امام ابو یوسف کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔

---

(1) الكردري، مناقب الإمام أبي حنيفة،(1321ھ)، الهند، مجلس دائرة المعارف، 133/2

(2) الخطيب، تاريخ بغداد، 16/ 364

شورائی منہج اختیار کرنے کے اسباب وحکمت

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت دور اندیش فقیہ تھے۔ ان کا انفرادی رائے پر اجتماعی غور وفکر کو ترجیح دینا محض ایک اتفاقی امر نہ تھا، بلکہ اس کے پس پردہ درج ذیل اہم اسباب و حکمتیں پوشیدہ تھیں:

- امام صاحب کا یہ منہج دراصل قرآنی حکم ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ﴾[1] (اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے پاتے ہیں) کی تعمیل تھی جس میں بے پناہ دینی مصالحتیں پوشیدہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اہم معاملات میں صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ سے مشاورت فرماتے تھے۔
- اسلامی ریاست کے تیزی سے پھیلاؤ اور نئے تمدنی، معاشی و معاشرتی مسائل کے پیش نظر انہیں ادراک تھا کہ ان پیچیدہ اور ہمہ جہت مسائل کا حل کسی ایک فرد کی بجائے ماہرین کی اجتماعی دانش سے ہی زیادہ بہتر طور پر نکل سکتا ہے۔ ان کا شورائی منہج مستقبل کی ضروریات کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرنے کی کوشش تھی۔
- اجتماعی مشاورت سے صادر ہونے والے فیصلے عموماً زیادہ متوازن ہوتے ہیں اور ان پر امت کا اتفاق بھی آسان ہوتا ہے۔
- غلطی کے امکان کو کم سے کم کرنے کی خواہش: جیسا کہ ان کا مشہور قول ہے کہ اگر ان کی مجلس کے اراکین نہ ہوتے تو وہ غلطی کر جاتے۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے ایک ہی مسئلے پر غور کرنے سے اس کے تمام ممکنہ پہلو سامنے آجاتے ہیں، جس سے درست نتیجے تک پہنچنا آسان اور غلطی کا امکان انتہائی قلیل ہو جاتا ہے۔

غلطی سے بچاؤ کا اطمینان

یہ حقیقت سمجھنا مشکل نہیں کہ شورائی اور اجتماعی طریقۂ کار میں، کسی بھی انفرادی اجتہاد کے مقابلے میں، غلطی یا سہو کا امکان بہت حد تک کم اور محدود ہو جاتا ہے۔ یہی نکتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے محترم استاد اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابو حنیفہؒ کے اراکینِ مجلسِ شوریٰ میں بھی شامل تھے، سے بھی منقول و مروی ہے کہ ایک موقع پر جب کسی شخص نے ان کے سامنے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ کسی فقہی مسئلے میں کسی غلطی کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی، تو انہوں نے اس کو رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

(1)القرآن، الشوریٰ: 38

كيف يقدر أَبُو حنيفَة يخطىء وَمَعَهُ مثل أبي يُوسُف وَزفر فِي قياسهما وَمثل يحيى بن أبي زَائِدَة وَحَفْص بن غياث وحبان ومندل فِي حفظهم للْحَدِيث وَالقَاسِم بن معن فِي مَعْرفَته باللغة والعربية وفضيل بن عِيَاض وَدَاوُد الطَّائِي فِي زهدهما وورعهما من كَانَ هَؤُلَاءِ جلساءه لم يكن يخطىء لِأَنَّهُ إِن أَخطَأ ردُّوهُ. (1)

"بھلا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے غلطی کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے، جبکہ ان کی مجلس میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور زفر رحمۃ اللہ علیہ جیسے قیاس واجتہاد کے ماہرین، یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان اور مندل جیسے حدیث کے حفاظ، قاسم بن معن جیسے عربی لغت کے امام، اور فضیل بن عیاض و داؤد طائی جیسے زہد و تقویٰ کے پیکر حضرات موجود ہوں؟ جس شخص کے ایسے جلیل القدر ہم نشین اور رفقاء ہوں، وہ بھلا کیسے غلطی کر سکتا ہے، کیونکہ اگر بفرضِ محال ان سے کوئی لغزش سرزد بھی ہو جاتی تو یہ حضرات فوراً اس کی نشاندہی کر کے اس کی بات کو مسترد کر دیتے۔"

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ جیسی بلند پایہ علمی شخصیت کے اس مبنی بر حقیقت بیان سے امام صاحب کی قائم کردہ فقہی مجلس کے اراکین کے اعلیٰ و ارفع علمی مقام و مرتبہ اور ان کی تحقیقی صلاحیتوں کو سمجھنا مشکل نہیں رہتا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ اور باخبر تھے کہ فقہِ اسلامی کی تدوین و ترتیب ہر کس و ناکس کا کام نہیں، بلکہ اس عظیم الشان علمی خدمت کے لیے نہایت اعلیٰ درجے کے ماہرینِ علومِ شرعیہ اور دقیق النظر محققین کی ضرورت ہے۔ اسی لیے انہوں نے ہر متعلقہ فن کے چنیدہ، مستند اور ماہر اراکین کو اپنی اس علمی مجلس کا حصہ بنایا اور ان کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا۔

فقہ حنفی کی بنیادیں

فقہ حنفی کا قیام اور اس کی تشکیل جس طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ فقہی مجلس کی مشترکہ علمی کاوشوں اور مساعی کا نتیجہ ہے، اسی طرح اس میں جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء و تلامذہ کا خاص فقہی رنگ اور علمی منہج بھی نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک، اس علمی سلسلے کے تمام شاگردوں نے اپنے اپنے اساتذہ کی طویل اور بابرکت صحبت سے سالہا سال تک علمی استفادہ کیا تھا۔ چنانچہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلسل اٹھارہ سال

(1)الصَّيْمَري، أبو عبد الله الحسين بن علي الحنفي (1405 ھ)، أخبار أبي حنيفة وأصحابه، بيروت، عالم الكتب، ص159

تک امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے کسبِ فیض کیا، جو کہ مشہور تابعی فقیہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے اور بعد میں ان کے علمی جانشین بھی بنے۔ اسی طرح، حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے مستند ترین وارث اور امین ٹھہرے۔ اور حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ، جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے معتمد ترین علمی جانشین اور ان کی فقہی بصیرت کے شارح تھے۔ اس طرح اس "سلسلۃ الذہب" کی ہر ہر کڑی باہم پوری طرح محکم، مربوط اور مضبوط ہے۔ اس علمی سلسلے کی پختگی اور استحکام کا اندازہ معروف محدث ابوالمثنی ریاح کے اس قول سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ:

إذا رأيت علقمة فلا يضرك أن لا ترى عبد الله، أشبه الناس به سمتا وهديا وإذا رأيت إبراهيم فلا يضرك أن لا ترى علقمة. (1)

"جب تم نے علقمہ کو دیکھ لیا تو تمہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نہ دیکھنے کا کوئی نقصان نہیں۔ وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی عادات و اخلاق، سیرت و کردار اور علمی انداز میں سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ اور جب تم نے ابراہیم (نخعی) کو دیکھ لیا تو تمہیں علقمہ کے نہ دیکھنے کا کوئی نقصان یا کمی محسوس نہیں ہوگی۔"

اس لیے اگر فقہ حنفی کو بحیثیتِ مجموعی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہی آراء، اجتہادات اور علمی منہج کا نمائندہ مسلک اور عکاس قرار دیا جائے تو یہ ہرگز بے جا اور مبالغہ آمیز نہ ہوگا۔

امام صاحب کے فقہی اصول

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقہ کے استنباط اور مسائل کے حل کے لیے بنیادی اصول چار ہیں: کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت، اور قیاس۔ تاہم، یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں، ان کے نزدیک قیاس سے کام نہیں لیا جا سکتا اور نہ ہی اس کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ ان کا یہ معروف موقف تھا کہ اگر کوئی حدیث سنداً ضعیف یا مرسل بھی ہو، تب بھی وہ قیاس پر مقدم ہے اور اسے ترجیح دی جائے گی۔

---

(1)ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي العسقلاني (1325هـ.)، تهذيب التهذيب، الهند، مطبعة دائرة المعارف النظامية، حيدرآباد الدكن، 7/ 277

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسی منہج استنباط کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ وہ کسی بھی شرعی مسئلے میں سب سے پہلے قرآن مجید سے رہنمائی لیتے ہیں۔ اگر قرآن مجید میں مطلوبہ حکم نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ان صحیح ومستند احادیث کو اختیار کرتے ہیں جو ثقہ اور معتبر راویوں کے تسلسل سے ان تک پہنچی ہوں۔ اگر مسئلہ کا حل قرآن مجید اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دونوں میں نہ ملے تو وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان میں سے جس صحابی کے قول کو زیادہ پسندیدہ یا راجح سمجھتے ہیں، اسے اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ کم راجح یا مرجوح قول کو ترک کر دیتے ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ قول سے باہر نکل کر کسی بعد کے عالم کی رائے کی طرف ہرگز نہیں جاتے۔ البتہ، جب معاملہ مجتہد تابعین تک پہنچ جائے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی ان کی طرح اجتہاد کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔[1]

امام صاحب کی اتباعِ حدیث کی ایک مشہور مثال حدیث مرسل، مدلس اور موقوف کی حجیت کے متعلق ان کی رائے ہے۔ جمہور محدثین اور فقہاء کے نزدیک "مرسل" ہونا حدیث کے ضعف کی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے۔ لہٰذا جو حدیث مرسل ہو وہ محدثین کے نزدیک قابل استدلال نہیں ہے بلکہ ضعیف شمار کرتے ہیں۔ جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ چند شرائط کے ساتھ حجت ہے جو درج ذیل ہیں:

1. ارسال کرنے والا ثقہ، عادل، مسلمانوں کے دین میں دھوکہ نہ دینے والا ہو۔
2. ارسال کرنے والا ائمہ نقل میں سے ہو۔
3. ارسال کرنے والا ہر سنی سنائی بات بیان نہ کرتا ہو۔
4. ارسال کرنے والا راوی کے صدق وکذب کو پہچانتا ہو، جرح وتعدیل کی اہلیت رکھتا ہو۔

اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ضعیف روایت بھی فضائل میں قابل قبول ہے۔ جبکہ دیگر فقہاء اسے بھی قبول نہیں کرتے۔ لہٰذا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسلک کو جاننے کے بعد کہ ان کے نزدیک ضعیف اور مرسل حدیث بھی حجت ہیں اور ان کے مقابلے میں قیاس کو قبول نہیں کیا جا سکتا، چہ جائیکہ قیاس کے ذریعے کسی صحیح اور مستند حدیث کو چھوڑ دیا جائے یا اسے نظر انداز کر دیا جائے، امام صاحب کی طرف یہ تہمت منسوب کرنا کہ وہ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے تھے، نہایت بے بنیاد اور نامعقول تہمت ہے۔

---

(1)الصيمري، أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ص24

امام صاحب کی مجلس شوریٰ کے ارکان کی تعداد

امام صاحب کی مجلس شوریٰ کے اراکین کی حتمی تعداد کے بارے میں امام صاحب کے سوانح نگاروں اور مؤرخین کے اقوال اور روایات میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے یہ تعداد چالیس (۴۰) بتائی ہے، جبکہ بعض دیگر کتابوں میں یہ تعداد دس (۱۰) ذکر کی گئی ہے، اور کچھ کتابوں میں تیس (۳۰) اراکین کا ذکر بھی ملتا ہے۔

محدث ومورخ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ کے پوتے اسماعیل بن حماد کی یہ روایت بھی اپنی کتاب میں بیان کی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

أصحابنا هؤلاء ستة وثلاثون رجلا. (1)

"ہمارے یہ اصحاب (یعنی مجلسِ شوریٰ کے اراکین) چھتیس (۳۶) افراد ہیں۔"

تاہم، خطیب بغدادی نے ان چھتیس اراکین میں سے صرف چوبیس (۲۴) کے نام ہی اپنی کتاب میں درج کیے ہیں۔ دوسری جانب، برصغیر کے مشہور سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "سیرت النعمان" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ فقہِ اسلامی کی تدوین و ترتیب میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شریکِ کار اور معاون اراکین کی تعداد چالیس (۴۰) تھی۔(2)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فقہی تدوین کے اس عظیم کام میں شریک ہونے والے علماء کرام کے ناموں، ان کی تاریخِ پیدائش اور تاریخِ وفات کے درمیان بعض اوقات خاصے طویل زمانی فاصلے پائے جاتے ہیں۔ اس بنا پر یہ حتمی نتیجہ اخذ کرنا قدرے مشکل ہے کہ یہ تمام جلیل القدر شاگرد مجلسِ فقہ کے قیام کے بالکل ابتدائی وقت سے ہی اس میں شامل رہے ہوں گے۔ مثال کے طور پر، امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۳۲ ہجری میں ہوئی، معروف محدث یحییٰ بن ابی زائدہ کی پیدائش ۱۲۰ ہجری میں ہوئی، اور مشہور زاہد و محدث حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۱۸ ہجری میں ہوئی۔ جبکہ امام صاحب کی مجلسِ مشاورت کا باقاعدہ قیام ۱۲۰ ہجری یا بعض روایات کے مطابق ۱۲۸ ہجری میں عمل میں آیا تھا۔ تو یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ یہ تمام حضرات، جن کی عمریں اس وقت کم تھیں، اسی ابتدائی وقت میں اس اعلیٰ سطحی مجلس میں شامل ہو گئے تھے۔ اس لیے یہ کہنا بہتر ہو گا کہ امام صاحب رحمۃ

---

(1) الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت (1422 هـ)، تاريخ بغداد، بيروت، دار الغرب الإسلامي، 16/ 365

(2) شبلی نعمانی، سیرت النعمان، مفید عام آگرہ، س ن، ص 191

اللہ علیہ نے وقتاً فوقتاً اپنے مختلف شاگردوں کو اپنی اس اجتہادی اور تحقیقی مجلس کے کام میں شامل کیا تھا، اور اس شمولیت کے باعث کبھی ان اراکین کی تعداد کم ہو جاتی تھی اور کبھی زیادہ۔ لہٰذا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ جوں جوں ان کے شاگرد علم و فضل، فقہی بصیرت اور اجتہادی صلاحیتوں میں پروان چڑھتے گئے اور پختگی حاصل کرتے گئے، امام صاحب انہیں اپنی مجلسِ مشاورت میں شامل فرماتے گئے۔ بیک وقت یہ سب اس کمیٹی کے اراکین نہیں تھے۔

امام ابو حنیفہ کی مجلس شوریٰ کے تدوین کردہ مسائل کی تعداد

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو مشاورت کا منظم اور بڑا مؤثر نظام قائم کیا تھا، وہ تقریباً تیس سال، یا کچھ دوسری روایتوں کے مطابق بائیس سال تک چلتا رہا۔ اتنے لمبے اور بابرکت وقت میں ان کی اس مشاورتی مجلس نے کتنے ہی فقہی مسئلوں پر تحقیق کی، ان کا حل نکالا اور انہیں ترتیب دیا، اس بارے میں تاریخ کی کتابوں میں الگ الگ باتیں ملتی ہیں۔

- کچھ محققین کہتے ہیں کہ کل ملا کر تقریباً بارہ لاکھ نوے ہزار مسئلوں کا حل نکالا گیا۔
- علامہ شمس الائمہ کردری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ تعداد تقریباً چھ لاکھ تھی۔
- علامہ موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی چھ لاکھ ہی تعداد بتاتے ہیں۔ ان کے بقول فقہ حنفی کی جو کتابیں آج موجود ہیں، ان سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

تاہم، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی "مسانید" (احادیث کے مجموعے) کے جامع و مرتب، علامہ خوارزمی، اور دیگر محققین و مؤرخین کی غالب رائے یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ مشاورت کے ذریعے قائم ہونے والا عظیم فقہی مجموعہ درحقیقت تراسی ہزار قانونی دفعات اور فقہی جزئیات پر مشتمل تھا، جس میں سے اڑتیس ہزار مسائل کا تعلق عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) سے تھا اور باقی پینتالیس ہزار مسائل واحکام معاملات (خرید و فروخت، نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ) اور سزاؤں (حدود و تعزیرات) سے متعلق تھے۔[1]

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ چونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بغداد کی جیل میں منتقل کیے جانے کے بعد بھی فقہ کی تدوین اور ترتیب کا یہ اہم سلسلہ جاری رہا، اور خاص طور پر ان کے جلیل القدر شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تلامذہ کی انتھک محنت اور علمی کاوشوں سے اس بنیادی دستوری خاکے اور فقہی مجموعے میں مزید اضافہ اور وسعت پیدا کی گئی، اور اس طرح کل مسائل کی تعداد تقریباً پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔[2]

(1)القاري، علي بن سلطان محمد،(1332 ھ)، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان، الهند، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية، 2/ 472

(2)سیرت النعمان، شبلی نعمانی، ص139

فقہ حنفی کی مقبولیت اور شہرتِ عام

مذکورہ بالا تمام تر علمی احتیاطوں، تحقیقی گہرائی، شورائی طریقۂ کار اور اجتماعی اجتہاد کے نتیجے میں، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدون کردہ فقہ کو بجا طور پر اور فطری انداز میں بے انتہا اور عالمگیر مقبولیت حاصل ہوئی۔ اسی وسیع و عریض مقبولیت کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے، آپ کے ہم عصر مشہور محدث وفقیہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شَيْئَانِ مَا ظَنَنْتُهُمَا أَنْ يَتَجَاوَزَا قَنْطَرَةَ الْكُوفَةِ: قِرَاءَةُ حَمْزَةَ، وَرَأْيُ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَدْ بَلَغَا الآفَاقَ. (1)

"دو چیزوں کے متعلق مجھے بالکل نہیں لگتا تھا کہ وہ کبھی کوفہ کے پُل (یعنی کوفہ کی حدود) سے آگے بڑھیں گی اور پھیلیں گی: ایک حمزہ کی قراءت اور دوسری ابو حنیفہ کی رائے (یعنی ان کی فقہ اور اجتہادات)، جبکہ یہ دونوں ہی دنیا کے کونے کونے اور آفاق تک پہنچ چکی ہیں۔"

اسی طرح، مشہور شافعی عالم علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

قال بعض الأئمة لم يظهر لأحد من أئمة الإسلام المشهورين مثل ما ظهر لأبي حنيفة من الأصحاب والتلاميذ، ولم ينتفع العلماء وجميع الناس بمثل ما انتفعوا به وبأصحابه، في تفسير الأحاديث المشتبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضايا والأحكام، جزاهم الله تعالى الخير التام. (2)

"بعض ائمہ کرام یہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے مشہور و معروف ائمہ میں سے کسی ایک امام کے بھی اتنے زیادہ اصحاب، شاگرد اور تلامذہ نہیں ہوئے جتنے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مشکل اور پیچیدہ احادیث کی توضیح و تشریح، نئے اور مستنبط مسائل کی وضاحت، اور مختلف پیش آمدہ واقعات، مقدمات اور فیصلوں میں جتنا عظیم نفع اور فائدہ اہل علم اور عام لوگوں کو آپ (امام ابو حنیفہ) اور آپ کے اصحاب و

(1)الذهبي، مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص32

(2)ابن عابدين، محمد أمين (1386 هـ)، رد المحتار على الدر المختار، مصر، شركة مصطفى البابي، 1/ 56

تلامذہ سے حاصل ہوا، کسی دوسرے عالم یا ان کے شاگردوں سے اتنا فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی بارگاہ سے بہترین اور کامل اجر و ثواب عطا فرمائے۔"

حاصل کلام

مذکورہ بالا تمام تفصیلی بحث و مباحثے کا حاصل کلام اور خلاصہ یہ ہے کہ:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کی تدوین و ترتیب کے ضمن میں اپنی فقہ کو کسی انفرادی رائے یا شخصی اجتہاد پر قائم نہیں فرمایا، بلکہ فقہ حنفی در حقیقت خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قابل، جید اور علومِ حدیث، فقہ اور عربی زبان و ادب کے ماہر تلامذہ کی اجتماعی علمی کاوشوں اور مشترکہ تحقیقی کوششوں کا نتیجہ و ثمرہ تھا، جن کی تعداد چالیس سے بھی زائد تھی۔
- امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ علمی مجلس میں تمام شرکاء اور اراکین کو اپنی اپنی آراء، دلائل اور اجتہادات پیش کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی۔
- امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار کردہ اس شورائی اور اجتماعی طریقۂ کار میں کسی بھی انفرادی اجتہاد کے مقابلے میں غلطی، سہو یا خطا کا امکان بہت ہی کم تھا۔
- فقہ حنفی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان اساتذہ کرام کا فقہی مسلک، علمی منہج اور فکری و مشربی خصوصیات زیادہ نمایاں طور پر جھلکتی ہیں جو جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے براہِ راست شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد تھے، اور ان کے فقہی افکار و نظریات کے مستند ترجمان اور شارح سمجھے جاتے تھے۔ ان میں حضرت حماد بن ابی سلیمان، حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت علقمہ بن قیس نخعی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔
- امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی مجلس (شوریٰ) کے اراکین کی کل تعداد کے بارے میں مؤرخین اور سوانح نگاروں کے درمیان کچھ اختلاف پایا جاتا ہے؛ بعض نے یہ تعداد چالیس بتائی ہے، بعض دیگر کتابوں میں یہ تعداد دس ذکر کی گئی ہے، کچھ میں تیس اراکین کا ذکر ہے، اور بعض نے چھتیس افراد کا ذکر کیا ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تدوین کردہ شورائی فقہ حنفی کو ان کے زمانۂ حیات ہی میں بے انتہا اور عالمگیر شہرت و مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساطینِ علم و فضل نے ان کی فقہی بصیرت، دقیقہ فہمی اور اجتہادی صلاحیتوں کا برملا اور کھلے دل سے اعتراف کیا اور عام لوگوں کو اس عظیم فقہی سرمائے سے بھرپور استفادہ کرنے کی تلقین اور تاکید فرمائی۔

* * * * * * *